مولانا قاضی اطہر مبارکپوری

مولاناؒ کی خدمتِ حدیث کا عہدِ زریں

خطیب بغدادی نے ایک عالم کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان سے ایک شخص نے دریافت کیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کی بستی کے فلاں عالم شہرت وناموری اور دینی وعلمی خدمات میں آپ سے بہت آگے ہیں، حالانکہ آپ علم وفضل میں ان سے بہت آگے ہیں؟ اس کے جواب میں اس عالم نے کہا کہ بات یہ ہے کہ وہ اپنی بستی سے نکل کر شہر میں چلے گئے جہاں ان کو خدمت کے مواقع ملے اور میں اپنی بستی ہی میں پڑا رہا۔ اور میرا حلقہ بہت محدود رہا۔ یہ بات صرف علم ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر بڑے کام کے لئے باہر سے تعلق پیدا کرنا ضروری ہے۔ اسلامی تاریخ ایسے ائمۂ علم وفضل سے بھری پڑی ہے جو دور افتادہ کوردہ اور گمنام قریات دیہات میں پیدا ہوئے اور مختلف ملکوں اور شہروں میں جاکر اپنے کاموں اور کارناموں کی وجہ سے امامت وشہرت کے مالک ہوئے اور ان میں کچھ ایسے اہل علم بھی گزرے ہیں جو علمیت وقابلیت میں بہت آگے ہونے کے باوجود اپنے محدود ماحول میں رہ جانے کی وجہ سے نہ ان کا فیض عام ہو سکا اور نہ ان کو شہرت وناموری حاصل ہو سکی۔

ہماں بہتر کہ لیلیٰ در بیاباں جلوہ گر باشد
ندارد تنگنائے شہر تاب حسنِ صحرائی

ہم اپنے مخدوم ومحترم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تیس سالہ زندگی کی علمی ودینی خدمات کو دیکھتے ہیں تو ان کی پچھلی زندگی گمنامی کی زندگی معلوم ہوتی ہے جو مئو اور اس کے اطراف میں گذری ہے، اس دور میں مقامی مدارس میں اونچی تعلیم اور مختلف فیہ موضوعات پر بلند پایہ تصانیف ضرور ہیں، مگر ان کی افادیت

و اہمیت کو وہ عموم حاصل نہ ہوسکا جو مولانا کے بلند علمی مقام کے شایان شان ہو، البتہ خاص خاص علمی و دینی حلقے اور اہل علم مولانا کے مقام و مرتبہ کے معترف تھے جن میں ملک اور بیرون ملک کے علماء کی اچھی خاصی تعداد ہے ان میں مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالشکور صاحب فاروقی، مولانا ابوالوفا صاحب صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدر آباد، علامہ شیخ محمد زاہد کوثری قاہرہ، شیخ احمد محمد شاکر قاہرہ جیسے اساطین علم اور مشاہیر امت کے نام ملتے ہیں، اس دور کی تصانیف میں الاعلام المرفوعہ، نصرۃ الحدیث اور رکعات تراویح مولانا کے حدیث و فقہ میں تبحر کی دلیل ہیں۔ اس کے باوجود یہ دینی و علمی خدمات دوسرے دور کی شاندار اور تابناک خدمات کی تمہید معلوم ہوتی ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علم کا یہ چشمہ آہستہ بہتے بہتے سیل بے کراں بن کر پھوٹ پڑا۔ اس طرح مولانا مرحوم کی علمی زندگی قریٰ کی اور بلاد کی ناموری کا مجموعہ تھی۔

مولانا نازک مزاج، ذکی الحس، لطیف الطبع اور دور اندیش انسان تھے ۱۹۶۰ء میں جب کہ ان کی علمی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوا ان کی عمر ساٹھ سال کی تھی، طرح طرح کے عوارض و اسقام لاحق ہو گئے تھے، قویٰ میں اضمحلال پیدا ہو گیا، اس دور کے اکثر خطوط میں بخار، ضعف بصارت، دوران سر اور دوسرے امراض کا ذکر کیا کرتے تھے، مگر اللہ کی شان کہ اس دور میں ان کو علم حدیث کی عظیم الشان خدمت کی توفیق ملی اور بڑھاپے میں امراض و اسقام کے ہجوم کے باوجود وہ کام کیا جو جوانی میں کرنے کا تھا وہ جو کسی نے کہا ہے کہ ؎

بڑھاپے میں جوانی سے بھی زیادہ جوش ہوتا ہے

اور کسی پر صادق آئے یا نہ آئے مولانا پر پورے طور سے صادق آتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حدیث کے خدمت گاروں کے حق میں دعا فرمائی ہے۔ نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فوعاها ثم بلغها الخ یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو تر و تازہ اور سرسبز و شاداب اور ہرا بھرا رکھے جو میری بات سن کر دوسرے کو پہونچائے، اس نبوی دعا کا ظہور مولانا مرحوم کی آخری زندگی میں یوں ہوا کہ مادی اور جسمانی عوارض و امراض کے باوجود علم حدیث کی

خدمت کے لئے بے پناہ قوت و ہمت عطا ہوئی اور اس حال میں پورے نشاط و انبساط کے ساتھ مولانا نے وہ دینی و علمی کارنامے انجام دیے جو جوانی اور صحت کے زمانہ میں کیے جاتے ہیں، یہ بات بھی مولانا کی زندگی کے امتیازات میں سے ہے کہ بڑھاپے میں انھوں نے جوانی سے زیادہ کام کیا، اس علمی و دینی خدمات کے شاندار دور کی داستان ذرا تفصیل طلب ہے، میں سنہ ۱۹۵۰ء میں بمبئی گیا، اس کے بعد مولانا محمد اسحاق صاحب بنارسی مرحوم بھی بسلسلۂ تجارت بمبئی پہونچے مولانا سے ہم دونوں کے علمی و دینی تعلقات بہت پہلے سے تھے، اور دونوں ہی مولانا کے بے تکلف معتقدین و خدام میں تھے، مولانا بنارسی تو مولانا کے تلمیذ عزیز بھی تھے، راقم زمانۂ طالب علمی سے مولانا کے معتقدین میں تھا۔ مولانا بنارسی صابو صدیق مسافر خانہ کے پاس الکریم منزل میں مقیم تھے اور عربوں کے ساتھ بنارسی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور میں اسی کے قریب جنجیکر اسٹریٹ میں رہتا تھا، اور روزنامہ "انقلاب" اور ماہنامہ "البلاغ" سے متعلق رہ کر لکھنے پڑھنے میں مصروف تھا،

ان ہی ایام میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اور مولانا محمد ایوب صاحب مدرّس مفتاح العلوم مئو کے چندہ کے سلسلہ میں مالیگاؤں سے بمبئی آئے۔ ہم دونوں کی وجہ سے دونوں بڑے انشراح کے ساتھ کئی دن بمبئی میں مقیم رہے۔ یہیں سے مولانا کے علمی خدمات کے دوسرے دور کی ابتدا ہوئی اس کے بعد مولانا سفر حج اور دوسرے مواقع سے بمبئی تشریف لاکر ہفتوں ہفتوں قیام فرماتے رہے، ویسے بمبئی میں مولانا کے قدیم معتقد و خادم شیخ انجینئر مرحوم تھے جن کے یہاں مولانا قیام کیا کرتے تھے، مگر اب ان کا زیادہ وقت ہم لوگوں کے یہاں گذرنے لگا تھا، اسی دوران میرے چھوٹے بھائی قاضی حیات النبی مرحوم اور دوسرے چند لوگ بمبئی آگئے اور اچھا خاصا حلقہ بن گیا، جس میں بمبئی کے متعدد قدردان بھی شامل تھے، ہم لوگ چونکہ مولانا کے بے تکلف مزاج شناس تھے۔ اور مولانا بھی ہم لوگوں سے مانوس اور افتاد طبع سے واقف تھے اس لئے کسی قسم کا ذہنی و فکری انقباض محسوس نہیں کرتے تھے بلکہ ہر وقت خوش و خرم اور پوربی زبان کے محاورہ میں "بحال" رہا کرتے تھے۔

اسی زمانہ میں خیال ہوا کہ بمبئی یا مئو میں ایک علمی ادارہ قائم کیا جائے جس میں تصنیف و تالیف اور نشر و اشاعت کا کام ہو اور اس کے امکانات پر غور کیا جانے لگا، اسی سلسلہ میں مولانا نے میرے نام ۲۲ر اکتوبر ۱۹۶۰ء کو لکھا کہ "مالیگاؤں میں ۱۹ دن لگ گئے اس کے بعد بمبئی آنے کا موقع معلوم نہیں ہوا۔ نیز بڑا محرک آنے کا یہ خیال تھا کہ آپ سے کبھی زبیرسے بمبئی میں کسی ادارہ کے لئے بات ہوئی ہوگی، جب معلوم ہو گیا کہ یہ بات نہیں ہے تو کوئی خاص محرک نہیں رہا، اپنے وجوار میں اب بھی میرا خیال ہے کہ جیسا ادارہ آپ چاہتے ہیں قائم ہونا مشکل ہے، اسی طرف (بمبئی) ایسے ادارے قائم ہو سکتے ہیں اور چل بھی سکتے ہیں، اس طرف (اپنے قرب و جوار میں) بخل، حسد، اور بے ذوقی نے راستے بند کر رکھے ہیں، لیکن اُدھر (بمبئی) جو خرابیاں ہیں ان کا انکار بھی ممکن نہیں، آپ دور رہتے ہیں اس لئے قرب مطلوب ہے مگر مستقل قرب حاصل ہو جائے تو یقین ہے کہ یہاں کے حالات چند ہی دنوں میں . . . . . ؟ کو مرغوب و مطلوب بنا دیں گے ہیں آج کل کھانسی سے بہت پریشان ہوں، آج خصوصیت سے زیادہ مضمحل ہوں، بہت جبر کر کے یہ خط لکھ رہا ہوں۔"

میں ادارہ کے قیام کے سلسلہ میں متعدد بار مولانا کی خدمت میں مئو گیا اور وہیں ادارہ کے قیام کی کوشش کی، مولانا کے رفیق خاص مولانا عبداللطیف صاحب مرحوم جو اس وقت مئو میونسپلٹی کے چیرمین تھے، انھوں نے اس رائے سے بالکلیہ اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کے لئے زمین اور عمارت کا ذمہ لیتا ہوں تصنیف و تالیف آپ لوگوں کا کام ہے، اس کے باوجود مولانا مرحوم کی شدت احتیاط اور اس وقت کی صورتحال کی وجہ سے ادارہ مئو میں قائم نہ ہو سکا، اور مالیگاؤں میں مجلس احیاء المعارف کے نام سے احادیث کے مخطوطات کی نشر و اشاعت کے لئے ایک ادارہ عمل میں آیا۔

اس کی صورت یہ ہوئی کہ مالیگاؤں کے مولانا عبدالحمید نعمانی مرحوم جن کا آبائی وطن مبارکپور ہے مولانا کی علمی شہرت سن چکے تھے، انھوں نے مالیگاؤں میں معہد ملت،

کے نام سے ایک درسگاہ کی بنیاد رکھی، اس کے افتتاحی جلسہ میں میری کوشش سے ممبئی میں دولت کویت کے مدرسہ کویتیہ کے استاد مدحت اسمٰعیل میرے ساتھ شریک ہوئے، اور تدریسی خدمت کے لئے مولانا بشیر احمد مبارکپوری مرحوم، مولانا محمد عثمان صاحب مبارکپوری اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی بلائے گئے، اس کے بعد مولانا نعمانی اپنی بعض تالیفات وتراجم کی کتابت کے لئے ممبئی آتے جاتے رہے اور ہم لوگوں سے ملتے جلتے رہے انھوں نے چاہا کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کسی صورت سے سال میں چند ماہ معہد ملت میں قیام کریں اور ان سے علمی استفادہ کیا جائے۔ مولانا مرحوم اس کے لئے تیار نہ تھے تو مولانا نعمانی نے یہ تجویز رکھی کہ مالیگاؤں میں ایک نشریاتی ادارہ قائم کیا جائے جس میں حدیث کی نادر و نایاب کتابوں کی تصحیح وتعلیق مولانا کی نگرانی میں ہو اور وہیں سے ان کو شائع کیا جائے یہ تجویز مولانا کے لئے بڑی پرکشش تھی گویا ان کی دیرینہ دلی مراد پوری ہورہی تھی، مگر جیسا کہ مولانا نے اپنے خط میں لکھا ہے ممبئی اور اطراف ممبئی کے ذہن و مزاج اور حالات سے مطمئن نہیں تھے، جب مولانا نعمانی کا تقاضا زیادہ ہوا تو مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ نعمانی باربار تقاضا کرتے ہیں، مالیگاؤں چلو اور ادارہ کے قیام کے لئے فضا سازگار کی جائے، چنانچہ ممبئی سے مولانا، میں اور حاجی یحییٰ زبیر صاحب مالیگاؤں گئے اور وہاں کے اہل علم میں سے مولانا عبد القادر صاحب، مولانا محمد عثمان صاحب اور دیگر علماء کے ساتھ معہد ملت کے مذکورہ بالا اساتذہ کی جد وجہد نے مجلس احیاء المعارف کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا گیا اور ایک ہفتہ وہاں رہ کر اس کے لئے جملہ انتظامات کئے گئے، جس سے اسی سال ۱۹۶۰ء میں پہلی کتاب "استغفار الترغیب والترہیب" شائع ہوئی، امام ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی شامی مصری متوفی ۶۵۶ھ رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث کی مشہور کتاب الترغیب والترہیب کا استغفار واختصار حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو اس کا پہلا قلمی نسخہ شاہ نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ میں ملا، اس کے بعد دوسرا قلمی مخطوطہ لکھنؤ یونیورسٹی کی لائبریری میں دستیاب ہوا، تیسرا نسخہ دار العلوم دیوبند

کے کتب خانہ میں تھا، مولانا فرماتے ہیں کہ بہرائچ والے نسخہ کی طباعت واشاعت کے لئے میں بے تاب تھا کہ احیاء المعارف مالیگاؤں کا قیام ہوا اور اس کی اشاعت ہوگئی۔ ادارہ کی پہلی یہ کتاب سنہ ۱۳۸۰ھ (سنہ ۱۹۶۰ء) میں ۲۲۵ صفحات میں چھپ کر شائع ہوئی، مولانا نے اس کتاب کے تینوں مخطوطات کا مقابلہ کر کے حاشیہ میں اختلاف نسخ کو بیان کیا ہے، اغلاط کی تصحیح کی ہے اور امام منذری کی اصل کتاب الترغیب والترہیب کو بھی سامنے رکھ کر تعلیق و تصحیح فرمائی ہے، اس کام میں مولانا کے شریک کار بعض اہل علم بھی رہے ہیں، مولانا نے ۲۲ ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۰ء کے خط میں مجھ کو لکھا کہ۔

الترغیب والترہیب ۱۶ یا ۲۰ صفحات باقی تھے، اب وہ بھی چھپ گئے، تصحیح اغلاط وغیرہ کی طباعت ہو رہی ہے، آئندہ کیا ہوگا؟ کچھ معلوم نہیں، نہ میں نے کوئی بات کی۔

ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

۔ پرسوں مولانا وصی اللہ صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں، آپ کی کتابیں پیش کر دی گئیں بڑی مسرت سے قبول کیا۔ الترغیب والترہیب کے صرف ۱۵۰ نسخے باقی ہیں سب فروخت ہوگئے، دوسرے کام کا ابھی تک کوئی بندوبست نہیں ہے، آپ کو تو زبانی ہی حالات زیادہ معلوم ہوں گے۔ الحمد للہ آج کل میری صحت اچھی ہے،

اس خط میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی وجہ سے احیاء المعارف پر بھی اثر پڑا اور مولانا کا اندیشہ صحیح ہونے لگا، مجلس احیاء المعارف سے دوسری کتاب سنہ ۱۳۸۵ھ (سنہ ۱۹۶۶ء) میں حضرت امام عبد اللہ بن مبارک متوفی سنہ ۱۸۱ھ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الزہد والرقائق شائع ہوئی جو اپنے موضوع پر ایک عظیم کتاب ہے اور علماء اسلام کے قدیم ترین دور تصنیف سے تعلق رکھتی ہے، اس نادر عظیم کتاب کا قلمی نسخہ کتب خانہ ولی الدین جار اللہ استنبول میں تھا جس کا عکسی فوٹو حاکم قطر شیخ علی بن عبد اللہ نے اپنے کتب خانے کے لئے نادر و مخطوط کتابوں کے فوٹو جمع کرتے تھے، اور چونکہ یہ کام حاکم قطر کی اجازت و مرضی سے ہوا تھا اس لئے مولانا نے مقدمہ میں ان کا تذکرہ فرمایا ہے، نیز قاہرہ کے چند مخطوطات

سے اس کتاب کے تین فوٹو مجلس احیاء المعارف کے ذریعہ آئے، ان سب سے مولانا نے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے کتاب الزہد کے دو نسخے تھے، ایک ابو عبداللہ حسین بن حسن بن حرب مروزی نزیل مکہ متوفی ۲۴۶ھ کا جو ۵۶۴ صفحات میں ہے، دوسرا نسخہ ابو عبداللہ نعیم بن حماد مروزی مصری متوفی ۲۲۸ھ کا جو در حقیقت مروزی کے نسخہ پر زیادات ہے یہ ۱۳۲ صفحات میں ہے، مولانا نے اس کی تعلیق و تصحیح میں بڑے ذوق و شوق کا مظاہرہ کیا ہے، اور اس میں ان کے روحانی اور احسانی ذوق کی پوری جھلک موجود ہے، زہد کے موضوع پر نہایت وقیع معلومات جمع کی ہیں، امام عبداللہ بن مبارک کے حالات نہایت تفصیل سے درج کئے ہیں، کتاب الزہد کے راویوں کے تراجم کی تحقیق کی ہے، کتاب کے موضوعات، اس کی مسند و مرفوع احادیث، موقوفات صحابہ، موقوفات تابعین و تبع تابعین، حضرات انبیاء اور ان کی احادیث کی علحدہ علحدہ مفصل فہرست مرتب کی ہے جو بجائے خود نہایت دقت اور محنت طلب کام ہے، آخر میں استدراکات و تعقبات ۵۱ صفحات میں دیئے ہیں جن میں نہایت نادر و نایاب معلومات ہیں، اس کتاب کی تحقیق و تعلیق میں پچاس کتابوں کی فہرست بھی دیدی ہے، الغرض یہ کتاب مولانا کے علم و تحقیق اور حدیث و فقہ اور رجال میں تبحر کا مظہر بن گئی ہے، اور اس آئینہ میں ان کے علمی کمالات کی پوری عکاسی ہے، تعلیقات میں احادیث کی تخریج کر کے بتایا ہے کہ مشہور و متداول احادیث کی کتابوں میں یہ حدیثیں کن کن کتابوں میں ہیں، مشکل الفاظ کی شرح کی ہے سند کے رجال پر روشنی ڈالی ہے، نسخوں کے اختلافات درج کئے ہیں۔

۱۱ر فروری ۱۹۶۶ء کے خط میں کہتے ہیں " کتاب الزہد پوری چھپ گئی صرف فہرستیں باقی ہیں پورا ایک مہینہ گذر گیا اور اب تک نہیں چھپیں۔ اب میں عنقریب مالیگاؤں آرہا ہوں، امید یہی ہے کہ ۲۰ر فروری سے پہلے انشاء اللہ پہونچ جاؤں گا۔ اور اپنے سامنے چھپوا کر آپ کو جتنے نسخے مطلوب ہوں گے آپ کو اور کچھ کچھ نسخے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ بھجوانے کی کوشش کروں گا۔ مولانا افغانی کے یہاں کتاب الزہد مطبوعہ فرے

بھجوا دیے تھے کہ مختصر سی تقریظ لکھدیجئے تو لکھا کہ فرصت نکال کر لکھدوں گا مگر غالباً اب تک لکھ کر بھیج نہیں سکے۔ خیال تھا کہ رمضان کے آخر میں کتاب پریس سے نکل آتی تو حجاج کے ہاتھ حرمین روانہ ہوسکتی تھی۔۔

کتاب الزہد والرقائق کی اشاعت سے پہلے ہی مولانا کی علمی مشغولیت کا شہرہ ملک کے خاص خاص علمی واشاعتی اداروں تک پہونچ گیا اور وہ مولانا کی علمی خدمت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنے لگے، چنانچہ مجلس علمی ڈابھیل، سورت کے ارکان نے مصنف عبدالرزاق صنعانیؒ کی تعلیق و تصحیح کا کام بہت پہلے مولانا کے سپرد کردیا جو آپ کی دلی خواہش کے عین مطابق تھا۔ کتاب الزہد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں وما کنت لا تمکن من اختلاس الفرصة لذلك. لانصراف همتى بالكلية الى تحقيق المصنف للامام عبد الرزاق بن همام الصنعانی منذ اعوام الخ۔

اس زمانہ میں ہندوستان کے مشہور علمی ادارہ دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد نے مولانا سے مدد چاہی بلکہ مستقل طور سے حیدرآباد میں قیام کی دعوت دی، مولانا نے ۱۴ رمضان ۱۳۸۶ھ کے خط میں لکھا کہ "حیدرآباد کے متعلق آپ نے جو سنا ہے صحیح ہے۔ ان کے کئی خطوط آئے تو میں نے اتنا لکھ دیا کہ میں جو کام (مصنف عبدالرزاق کا) کررہا ہوں اس کو مؤخر نہیں کرسکتا، بس اس میں ہی سے یہ وقت نکال کریا اس سے فاضل وقت میں اکمال (الاکمال لابن ماکولا) والانساب (کتاب الانساب سمعانی) کا کام کروں گا، پھر دوسرے خط میں انھوں نے خواہش کی کہ حیدرآباد ہی آجائیے، میں نے لکھا یہ کیونکر ممکن ہے، وہاں اگر میں مصنف کا کام نہیں کرسکتا، حق المحنت کے باب میں وہ یہ نہیں بتاتے کہ معلمی صاحب (شیخ عبدالرحمن معلمی یمانی مصحح دائرۃ المعارف) کو کیا دیتے تھے۔ ان حالات میں کیا امید ہے کہ میں اکمال وانساب کا کام کرسکوں گا۔

اس کے بعد مولانا نے مجلس علمی ڈابھیل کے علمی کام میں تعاون کو مستقل طور سے پسند فرمایا اور احادیث کی مستند قدیم و نادر کتابوں کی تصحیح و تعلیق کرکے عالم اسلام کو ممنون

فرمایا، اور مصنف عبدالرزاق کے ساتھ مسند حمیدی کو ایڈیٹ کیا، جو دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

امام ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدی مکی متوفی ۲۱۹ھ رحمۃ اللہ علیہ امام سفیان بن عیینہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاد ہیں، ان کی مسند ابتدائی مسانید میں شمار ہوتی ہے، اس کے چار قلمی نسخے مولانا کو ملے، ایک دارالعلوم دیوبند کے کتب خانے دوسرا کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد سے، تیسرا کتب خانہ زمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد سے اور چوتھا نسخہ اثنائے طباعت میں کتب خانہ ظاہریہ دمشق سے عکسی فوٹو کے ذریعہ، یہ تمام نسخے مولانا نے ذاتی طور سے حاصل کیے، اور مجلس علمی ڈابھیل کے اراکین نے اس کو شائع کیا۔

مسند حمیدی کے بارے میں ۳۰ رجنوری ۱۹۶۲ء کے خط میں مولانا کہتے ہیں کہ "مصنف عبدالرزاق کی تحقیق کا کام میں نے شروع کر دیا ہے، حمیدی کا جزء اول عنقریب شائع ہوگا"۔

مصنف عبدالرزاق جیسی عظیم و ضخیم کتاب کی تحقیق کے ساتھ مولانا نے مسند حمیدی کے بعد سنن سعید بن منصور خراسانی مکی متوفی ۲۲۷ھ رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق و تعلیق کی خدمت بھی انجام دی جو ۱۳۸۷ھ (۱۹۶۷ء) میں مجلس علمی کی طرف سے شائع ہوئی۔ حدیث کی اس قدیم و نادر کتاب کو ڈاکٹر حمیداللہ صاحب حیدرآبادی مقیم پیرس نے دریافت کیا اور ترکی کے کتب خانہ محمد پاشا کوپریلی سے ان کو اس کا ناقص نسخہ ملا جو القسم الاول من المجلد الثالث کے عنوان سے شائع ہوا اس کا مقدمہ بھی ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے اور تصحیح و تعلیق کا سارا کام مولانا مرحوم نے انجام دیا ہے، سنن سعید بن منصور کے اس حصہ میں فرائض و صایا، نکاح، طلاق اور جہاد کے ابواب پر احادیث ہیں مولانا ۲۴ رمارچ ۱۹۶۴ء کے خط میں تحریر فرماتے ہیں کہ "سنن سعید بن منصور کا کام ختم ہوگیا، والحمدللہ، یہ مع مقدمہ فہرست مضامین اور اغلاط نامہ کے علاوہ یہ کتاب ۴۱۰ صفحات میں چھپی ہے، اس طباعت میں مشکلات درپیش تھیں، مولانا ۲۴ رمضان ۱۳۸۵ھ کے مکتوب میں لکھتے ہیں کہ سنن سعید

کی طباعت بالکل بند ہے، دونوں کمپوزٹر گھر چلے گئے، وکیل صاحب زبردستی اپنے لڑکے
سے کام لے رہے ہیں جو مجھے پسند نہیں ہے، مالیگاؤں کے ایک خط سے معلوم ہوا کہ وہ
عید سے پہلے بالکل مکمل کر دیں گے۔"

مسند حمیدی اور سنن سعید بن منصور پر میرے مفصل مضامین "معارف" اعظم گڈھ
میں اسی زمانہ میں شائع ہوئے تھے اور میری کتاب "آثر و معارف" میں شامل ہیں۔

جیسا کہ معلوم ہوا کتاب الزہد والرقائق کی تحقیق کے دور ہی میں مولانا مصنف عبدالرزاق
صنعانی کی تحقیق شروع فرمادی تھی اس وقت لکھا کہ اس کے لئے اہل علم کی ایک جماعت ہوتی
تو کام بہت آسان ہوجاتا مگر مولانا نے بڑھاپے اور امراض کے باوجود اپنے صاحبزادے
مولانا رشید احمد صاحب کو لیکر اتنا عظیم علمی کام انجام دیا ہے جو ایک اکیڈمی کے کرنے کا
ہے، یہ کتاب محتاج تعارف نہیں ہے، گیارہ جلدوں میں بیروت سے شاندار طباعت میں
مجلس علمی کی طرف سے شائع ہو چکی ہے، اور اس ٹکر کا دوسرا علمی کارنامہ مصنف ابن
ابی شیبہ متوفی ۲۶۲ھ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جس کو مولانا نے اپنی حیات کے آخری ایام
میں انجام دیا ہے اور ان کی زندگی میں تین یا چار جلدیں مکتبہ امدادیہ مکہ مکرمہ سے شائع ہوسکیں
اللہ تعالیٰ بقیہ جلدوں کا جلد انتظام فرمائے۔

یہ کتابیں احادیث کے قدیم ترین ذخیرے ہیں جو اب تک دست برد زمانہ سے محفوظ رہ کر
مختلف کتب خانوں میں پائی جاتی تھیں اور ان کے نام کتابوں میں دیکھے جاتے تھے، یہ
کتابیں درحقیقت بعد کے ائمہ حدیث اور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے درمیان
"واسطۃ العقد" کی حیثیت رکھتی ہیں، اور یہود و نصاریٰ کے اس مزعومہ کا جواب ہیں کہ بعد
کے علمائے اسلام نے احادیث اور ان کی سندوں کو وضع کیا ہے، ان سے پہلے
احادیث کتابی شکل میں نہیں تھیں، مذکورہ بالا کتابوں کی اشاعت کے بعد ان ہفوات کی
کوئی حقیقت نہیں رہ گئی، نیز مولانا مرحوم نے ان احادیث کی تخریج کر کے بتادیا کہ بعد کی
کتب احادیث میں یہ حدیثیں کن کن مقامات میں ہیں اور ان کے دوسرے طرق و اسانید

بھی ہیں، اور ان مذکورہ بالا کتابوں کے مصنفین نے بہت سے مقامات میں احادیث کے متن اور سند اور ان کے مفاہیم و معانی سے بحث کی ہے جو بعد کی کتابوں میں نہیں ہیں، ان کے ذریعہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے بہت سے آثار و اقوال محفوظ ہو گئے ہیں۔

ان قدیم ترین اور بنیادی کتب احادیث کے علاوہ اس دور میں مولانا نے کئی نادر و نایاب کتب احادیث کی تحقیق فرمائی جو مختلف اداروں سے شائع ہوئی ہیں، ان میں حافظ ابن حجر متوفی ۸۵۲ھ کی "المطالب العالیۃ بزوائد المسانید الثمانیہ" چار ضخیم جلدوں میں ۱۳۹۰ھ (۱۹۷۰ء) میں دولت کویت کی وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کی طرف سے نہایت شاندار طباعت کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس کتاب کا نصف حصہ کتب خانہ سعیدیہ حیدرآباد میں تھا، اور دو مکمل نسخے شیخ محمد سلطان نمنکانی صاحب المکتبۃ العلمیۃ مدینہ منورہ سے ملے ان میں ایک سند کے ساتھ تھا، اور دوسرا سند سے خالی تھا، دونوں نسخے ترکی سے حاصل کئے گئے تھے، مولانا نے نسخہ مجرّدہ عن السند کی تحقیق فرمائی ہے۔

نیز اسی دوران کشف الاستار عن زوائد مسند بزار، ہیثمیؒ کی تحقیق و تعلیق کی اور ۱۳۹۹ھ میں چار جلدوں میں دمشق سے شائع ہوئی، اسی طرح محدث محمد بن طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ کی تلخیص خواتم جامع الاصول آپ کی تحقیق سے ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوئی۔

ان ہی ایام میں محمد بن طاہر گجراتی پٹنیؒ کی مجمع بحار الانوار جو حدیث کی لغت کی مشہور و عظیم کتاب ہے اس کی تحقیق مولانا عبدالحفیظ بلیاوی مصنف مصباح اللغات نے مولانا کی زیر نگرانی کی اور مولانا نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اس کام کو انجام دیا، کہنا چاہیے کہ اس عظیم لغت حدیث کی تحقیق بھی مولانا ہی نے کی ہے، اس دور میں مولانا کے علمی کارناموں میں امام ابن شاہین بغدادی متوفی ۳۸۵ھ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الثقات کی تحقیق و تعلیق بھی ہے، اس کتاب کا نادر مخطوطہ جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں تھا، مولانا کے حکم سے میں نے پوری کتاب نقل کی اور میں نے اور مولانا محمد عثمان صاحب نے ملکر اس کا مقابلہ کیا،

اسی زمانہ میں مولانا نے اس کی تحقیق مکمل کرلی تھی، جب شیخ عبد الفتاح ابو غدہ مولانا کے پاس مئو تشریف لائے تو میں نے اس کا تذکرہ کیا اور شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے اصرار کیا کہ میں اس کو ساتھ لے جا رہا ہوں تاکہ جلد شائع ہو جائے مگر مولانا نے کہا کہ کچھ کام باقی ہے، میں بعد میں بھیجدوں گا، افسوس کہ یہ کتاب ابتک شائع نہیں ہو سکی، مولانا کی ابتدائی دور کی تصانیف میں "الحاوی لرجال الطحاوی" بہت مشہور کتاب ہے جس کے بارے میں ہم لوگ زمانۂ طالب علمی میں سنا کرتے تھے، مگر افسوس کہ یہ کتاب بھی ابتک طبع نہیں ہو سکی ہے، حالانکہ اس کے مواقع فراہم تھے۔

اگر احادیث کی مذکورہ نادر و نایاب اور عظیم کتابوں کا تعارف اور ان کی اشاعت میں حضرت مولانا کی خدمات کا تذکرہ تفصیل سے کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اسلئے نہایت اختصار سے ان کا ذکر کیا گیا ہے، احادیث رسول کے ان نادر و نایاب اور قدیم و عظیم ذخیروں کی اشاعت کے بعد ان میں سے کئی ایک فوٹو کے ذریعہ بیروت میں شائع ہوئے اور پورے عالم عرب اور عالم اسلام کے اہل علم کو ان سے استفادہ کا موقع ملا اور وہ حضرات مولانا کی علم حدیث میں عبقریت سے واقف ہوئے، جس کی وجہ سے مولانا کی شخصیت علم حدیث میں مرجع بن گئی، اور ہندوستان و پاکستان کے اہل علم سے زیادہ ان حضرات نے ان کتابوں اور مولانا کی ذات سے علمی و دینی فائدہ اٹھایا، ہم نے متعدد بار یہ منظر دیکھا کہ مولانا ایام حج میں حرم شریف کے سامنے مدرسہ فخریہ کے چھوٹے سے دفتر میں تشریف رکھتے تھے اور مصر و شام، حجاز اور افریقہ وغیرہ کے اہل علم مولانا کی خدمت میں نیازمندانہ انداز میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے اور قدما کے طریقہ پر ان سے حدیث کی روایت کی سند لیتے تھے، واقعہ یہ ہے کہ مولانا ہندوستان میں علم حدیث کے آخری سالار قافلہ تھے۔

بخدمت گرامی حضرت مولانا قاضی اطہر صاحب مبارکپوری

خصوصی اشاعت

ترجمان الاسلام

(۱۱) (۱۲)

از جولائی تا دسمبر سنہ ۱۹۹۲ء

سرپرست ـــــــ محترم جناب حافظ عبد الکبیر صاحب

مدیر اعلیٰ
ابو القاسم نعمانی

مدیر
اسیر ادروی

سالانہ ـــــــ	۴۰/ روپے
معاون خصوصی ـــــــ	۱۰۰/ روپے
مولانا اعظمی نمبر ـــــــ	۲۵/ روپے

ناشر

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ اسلامیہ ریوڑی تالاب بنارس

فون ۳۲۲۱۸۴